وفات حضرت مولانا عبدالغنی صاحبؒ

مولانا مفتی محمد زرولی خان
رکن مجلس عاملہ وفاق المدارس

یوں تو دنیا آنے جانے کی جگہ ہے اور یہاں ہر آنے والے نے ایک نہ ایک دن جانا ہے، یہی ارشاد ہے کہ ﴿ثم تردون إلى عالم الغيب والشهادة﴾ کیونکہ ہمیشہ رہنا شانِ الوہیت ہے۔

ع- ہمیشہ رہنے والی بس ایک اللہ کی ذات ہے۔

﴿كل شيء هالك إلا وجهه له الحكم وإليه ترجعون﴾ (القصص: ۸۸)

مگر علماء اور بزرگانِ دین کا جانا صرف دنیا کا نہیں، دین کا بھی سانحہ ہے، کیونکہ اس میں مسلمانوں کا دین ودنیا کا خسارہ ہے۔

چنانچہ ۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ، ۲۶ مئی ۲۰۰۷ء کو مشہور زمانہ، عظیم بزرگ اور متقدر شیخ حضرت مولانا عبدالغنی صاحب ساکن جلالیہ اٹک چھچھ بھی تقریباً ایک سو ایک ۱۰۱/ سال کی عمر میں راحیل آخرت ہوئے۔

حضرت مولانا مرحوم ۱۹۰۷ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۳۲ء میں دارالعلوم دیوبند سے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ اور دیگر مقتدر علماء دیوبند سے فارغ التحصیل ہو چکے تھے، ان کے والد حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ محشی بخاری اور حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ کے خاص شاگرد تھے، اس اعتبار سے مولانا عبدالغنی صاحب اپنے والد صاحب حضرت مولانا سعدالدین صاحب کی نسبت سے موجودہ دور میں سب سے عالی سند رکھتے تھے۔

حضرت مولانا سعدالدین صاحب کا انتقال ۱۲۶ سال کی عمر میں ہوا تھا اور وہ اپنے وقت کے مقتدر عالم، کہنہ مشق استاذ اور لاثانی مظہر تھے۔ مشہور زمانہ منطقی عالم مولانا قطب الدین صاحب غرغشتوی سے ان کا مناظرہ اہل علم میں مشہور ہے۔ (مولانا قطب الدین صاحب رحمہ اللہ، استاذ الکل فی الکل حضرت مولانا نصیرالدین صاحب غرغشتوی رحمہ اللہ کے بھتیجے تھے، مگر عمر میں ان سے بہت بڑے تھے اور اس سلسلے کے واقعات بھی عجائب کے حامل ہیں) علاقہ چھچھ کو اللہ تعالیٰ نے ایک زمانے تک سمرقند وبخارا کا مظہر بنایا تھا، جن میں اکابر علماء، کبارِ محدثین، اجلاء مفسرین، نامور اساتذہ، مسلمہ مناظرہ اور علوم وفنون کے ماہرین اور دستاویز حضرات گزرے ہیں، جن میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب بہبودی، حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا عبدالحنان صاحب تاجک اور شیخ الحدیث حضرت مولانا

عبدالقدیر صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ گلہائے، سربدگزرے ہیں۔ (اس عاجز نے سرحد کے علماء کے احوال پر ایک مجموعہ تیار کیا ہے، جس کا نام ”سلامت الابدفی درر سرحد“ ہے، اگر حق تعالیٰ نے توفیق دی تو اس کا تکملہ بنام ”الیواقیت والمرجان فی تراجم عباد الرحمٰن“ کے نام سے لکھا جائے گا، جس میں علاقہ چھچھ کے قدماء اور حدثاء علماء کے احوال اور تذکرے بھی ہوں گے۔ (وماذلک علی اللہ بعزیز).

ور بپریم عذر ما بپذیر — اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

حضرت مولانا عبدالغنی صاحب رحمہ اللہ، دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد ہندوستان کے مختلف مدارس میں تدریس فرماتے رہے ہیں، ان میں کلکتہ اور برتھلہ کے مدارس زیادہ مشہور ہیں، جن کے واقعات حضرت مولانا عبدالغنی صاحب مرحوم کے ہم درس اور ہمشرب رفیقِ خاص میرے شیخ اور استاذ حضرت مولانا عبدالحنان صاحب جہانگیروی مدظلہ کی زبانی سننے کے ہیں۔

ادب گاہیست زیرِ آسمان از عرش نازک تر — نفس گم کردہ می آید جنید وبایزید این جا

ہندوستان سے واپسی پر کچھ عرصہ تک مدرسہ فتحیہ لاہور میں بھی مدرس رہے اور اس کے بعد پاکستان کے دیرینہ مدرسہ مظہرالعلوم کھڈہ کراچی میں تقریباً چالیس سال تک مشغول تدریس رہے ہیں۔ آپ دیگر علوم وفنون کے علاوہ سراجی، تفسیر بیضاوی اور صحیح مسلم کے کامیاب اور مسلمہ استاذ مانے جاتے تھے۔ مظہرالعلوم کھڈہ کے زمانے میں فتاویٰ کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد تھی، اور مظہرالعلوم کے مہتمم حافظ اسمٰعیل مرحوم ومغفور آپ کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔

میری حضرت مولانا رحمہ اللہ سے ملاقات:

۱۹۷۳ء میں جب یہ عاجز وفقیر اپنے وطن جہانگیرہ سے حضرت اقدس مولانا لطف اللہ صاحب رحمہ اللہ، جو امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ کے خاص شاگرد تھے، اور حضرت الشیخ مولانا عبدالحنان صاحب دامت برکاتہم سے مبادی علوم وفنون پڑھ کر اپنے زمانے کے مقتدر ادارہ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن (سابق مدرسہ عربیہ اسلامیہ) تکمیل علوم وفنون کے لئے حاضر ہوا، تو کراچی آتے وقت گو حضرت بنوری رحمہ اللہ کے نام، ان کے رفیق خاص اور ان کے مدرسہ کی بناء وتاسیس میں شریک رفیق، حضرت مولانا لطف اللہ صاحب نے مکتوب دیا تھا، لیکن مولانا عبدالحنان صاحب نے احتیاطاً اپنے دوست اور رفیق حضرت مولانا عبدالغنی صاحب، مدرس مظہرالعلوم کھڈہ کے نام بھی خط دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت بنوریؒ کے یہاں ہی داخلہ نصیب ہوا، کہیں اور جانے سے اللہ تعالیٰ نے محفوظ فرمایا، جس پر میں جتنا بھی شکر کروں، کم ہے۔

ایک دن میں حضرت مولانا عبدالغنی صاحب سے ملنے کے لئے استاد مولانا عبدالحنان صاحب کا خط لے کر

مظہر العلوم چلا گیا، پتہ چلا کہ حضرت مولانا عبدالغنی صاحب تشریف فرما نہیں ہیں، کیونکہ وہ اس سال حج پر تشریف لے جارہے تھے اور حج کی تیاری کے لئے اپنے علاقے جلالیہ چھچھ تشریف لے گئے تھے۔ چنانچہ حج کے بعد ذی الحجہ کے اخیر میں میں حضرت کے یہاں حاضر ہوا، حضرت سے ملاقات ہوئی اور حضرت مولانا عبدالحنان کی طرف سے مولانا کے نام خط اور حضرت کی طرف سے ایک مشہدی لنگی حضرت کو پیش کی (یہ مشہدی لنگی پختون روایت کے مطابق سب سے اعلیٰ اور عمدہ پگڑی سمجھی جاتی ہے، یہ نیلے رنگ کی باریک کپڑے پر بھاری بھر، نہایت خوبصورت سر پر بجی نظر آتی ہے، سرحد کے بیشتر علماء یہ پگڑی استعمال کرتے تھے، چنانچہ شیخ القرآن مولانا طاہر پنج پیری، مفسر کبیر شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب راولپنڈی اور استاذ گرامی قدر، امام التاریخ والادب، عظیم مفسر محدث مولانا لطف اللہ صاحب جہانگیروی رحمہم اللہ بھی یہی مشہدی لنگی سر مبارک پر زیبا فرماتے تھے، اس زمانے میں حضرت مولانا عبدالغنی صاحب مرحوم بھی اس رنگ کی پگڑی استعمال فرماتے تھے)۔

مولانا کے سر پر بندی ہوئی اس جیسی پگڑی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا، یہ بھی میرے بھائی مولانا عبدالحنان صاحب کے بڑے بھائی حاجی سیف الرحمٰن صاحب نے جہانگیرہ سے بھیجی ہے، واضح رہے کہ مولانا عبدالحنان صاحب اور مولانا عبدالغنی صاحب کی دارالعلوم دیوبند کے زمانے سے پختہ سنگت رہی اور یہ موت تک قائم رہی، یہاں تک کہ مولانا عبدالغنی صاحب کا جنازہ بھی اس عاجز وفقیر کی خواہش پر حضرت مولانا عبدالحنان صاحب نے پڑھایا، کیونکہ حضرت مولانا عبدالغنی صاحب کے ورثاء، برادرم مولانا ضیاء الاسلام اور حافظ بدر عالم وغیرہ اس عاجز کو جنازہ پڑھانے کے لئے مجبور کرتے تھے، جب کہ حضرت مولانا عبدالحنان صاحب وہاں موجود تھے، تو ایسی صورت میں ہم جیسے نابکاراؤں کی کیا مجال کہ خود جسارت اور بے باکی کرلیں، میرا اپنے استاذ کے متعلق تو یہ حال ہے کہ

باجورت زمن آواز نیا مد کہ منم

بہرحال حضرت مولانا عبدالغنی صاحب رحمہ اللہ سے مظہر العلوم کھڈہ میں ملاقات ہوئی، یہ ۱۹۷۳ء تھا اور یہ سلسلہ ان کی وفات ۲۰۰۷ء تک اللہ کے فضل وکرم سے قائم ودائم رہا۔ اس میں کچھ عرصہ سے شاید کوئی مہینہ ایسا گزرا ہو، کہ جس میں پنجاب یا سرحد کے سفر کے بہانے حضرت مولانا عبدالغنی صاحب کی خدمت میں حاضری نہ ہوئی ہو، بلکہ جس مہینے میں حضرت فوت ہوئے اس سے پہلے تقریباً تیس ۳۰/ دن میں چار مرتبہ شرف باریابی نصیب ہوا۔ حضرت کی وفات سے چند دن قبل یہ عاجز سفر عمرہ پر تھا، حرمین شریفین سے حضرت کی مزاج پرسی اور اپنے عمرے کا تذکرہ اور حضرت سے دعاؤں کی درخواست کے لئے ٹیلی فون کیا گیا، اس وقت ان کے صاحبزادے مولانا ضیاء الاسلام نے ان کی کچھ ناسازی طبع بتائی، لیکن مولانا سے گفتگو پر اندازہ ہوا کہ اب وہ خیریت سے ہیں، صرف ضعف اور نقاہت ہے جو چند دن میں ٹھیک ہوجائے گی، حضرت نے جب یہ سنا کہ میں حرم شریف سے گفتگو کررہا ہوں تو فرمایا کہ جس مقدس مقام سے

آپ مجھے یاد کرتے ہیں اور میرے لئے دعائیں کرتے ہیں، یہ میرا سرمایہ ہے اور اب مجھے کسی بیماری کا کوئی احساس نہیں ہے، غالباً اس کے ایک ہفتہ کے بعد ۲۴ مئی بروز جمعرات، ۷ جمادی الاولیٰ کو، میں کراچی اپنے ادارہ احسن العلوم پہنچا اور اگلا دن جمعۃ المبارک کا گزر گیا اور ہفتہ کے دن نماز مغرب کے بعد مولانا ضیاء الاسلام صاحب کا فون آیا کہ حضرت والا عازمِ آخرت ہوئے۔إنا لله وإنا إليه راجعون۔

اللهم اغفرله وارحمه وادخله فی فراديس الجنان واخلف بعده خير خَلَفٍ وارشد هم بهداية يا رب العالمين.

حضرت الشیخ کا جنازہ دن کے ساڑھے دس بجے مقرر تھا، یہ عاجز بمع عزیزیم منصور اور جنید حسن کے، اللہ کے فضل وعنایت سے پونے گیارہ بجے تک جنازہ گاہ میں پہنچا، علاقہ چھچھ کے مشاہیر ومشائخ عوام وخواص کا جم غفیر تھا۔ زعیم ملت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اور اکوڑہ خٹک کے دیگر علماء کرام بھی تشریف فرما تھے، جنازہ حضرت شیخ مولانا عبدالحنان صاحب نے پڑھایا اور قبر پر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام حفظہ کے حکم کی تکمیل میں اس عاجز نے حضرت الشیخ سے متعلق گفتگو کی، بعد میں حضرت مولانا عبدالغنی صاحب کے ورثاء کے شدید اصرار پر ان کے گھر جانا ہوا اور حضرت کے کمرے سے ان کے اہل خانہ اور دیگر حضرات اور خواتین کی، حضرت مولانا مرحوم کی اس سانحہ ارتحال سے متعلق صبر وتسکین کی تلقین پر مشتمل گفتگو کی۔

حضرت مولانا عبدالغنی رحمہ اللہ کے اطوار وغیرہ: آپ دراز قد، حسین وجمیل، سرخ وسفید اور مثالی جاذب نظر شخصیت کے مالک تھے۔ آپ جیسا رنگ ڈھنگ، وضع قطع، حسن وجمال، سیرت وصورت اور اس پر حلم اور بردباری اور ظرافتوں کا انبار مستزاد، بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔

ہر ایک باغ میں جاکر ہر ایک پھول کو دیکھا ۔۔۔ نہ تیرے سے رنگ نہ تیری سی بو ہے

آپ مہمانوں کی تشریف آوری سے بہت خوش ہوتے تھے اور ان کے اکرام اور ضیافت میں دریادلی سے پیش آتے تھے۔ آپ اکثر اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا سعد الدین صاحب رحمہ اللہ، یا شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ کے عجائب واقعات اور محاسن اخلاق بیان فرماتے تھے۔ آپ اپنے بزرگوں اور اپنے چھوٹوں کے ساتھ جمیل سلوک، حسن برتاؤ اور کریمانہ ومشفقانہ اور متبسمانہ توجہات سے پیش آتے تھے۔

تواضع اور حسنِ ادب کی ایک مثال: آپ چونکہ اپنے والد کے توسط سے بہت عالی سند رکھتے تھے، لیکن کوئی ان سے سند مانگتا تو وہ دارالعلوم دیوبند سے حاصل ہونے والی سند پیش کرتے۔ ایک دفعہ ان کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپ اپنے والد کی سند ہی دیں تو یوں حضرت شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمہ اللہ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین

احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ کے بعد آپ کی سند صرف ایک واسطے سے حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمہ اللہ، حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تک پہنچ جائے گی، لیکن مولانا نے یہ کہہ کر اس کو نامنظور کر دیا کہ میں حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے بعد سند دینا پسند نہیں کرتا۔ استاذ محترم حضرت مولانا عبدالحنان صاحب سے ملاقات کے وقت بہت خوش ہوتے اور انہیں دیکھ کر حضرت الاستاذ بھی بہت ہی خوشی اور انبساط محسوس فرماتے تھے۔

کراچی میں شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کے جلسوں کی صدارت اکثر آپ فرمایا کرتے تھے، اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ سے والہانہ محبت فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ وہ مجھ سے صرف ایک سال پہلے یعنی ۱۹۳۱ء میں دارالعلوم دیوبند سے فاضل تھے۔ علاقہ چھچھ کے تمام علماء اور اکابر کا تذکرہ آپ حسن محبت سے فرماتے تھے۔

آپ مدت دراز تک جامع مسجد توحید چاکیواڑہ میں اور کچھ عرصہ تک جامع مسجد خلفاءِ راشدین میں امامت اور خطابت فرماتے رہے۔ احسن العلوم آمد پر بھی کئی مرتبہ آپ نے امامت فرمائی اور طلبہ اور عوام سے خطاب بھی فرمایا ہے۔ آپ علوم راسخہ اور اعمال صالحہ اور بزرگوں کی عزت وناموس کے واقعات اور تذکروں کے ایک ساکن سمندر تھے کہ جن کی لہروں میں حرکت نہ ہو اور جس کی اندرونی سطح لعل وجواہر سے معمور ہو۔

فروتنی است دلیلِ رسید گان کمال — که چون سوار بمنزل رسد پیاده شود

کہہ رہا ہے شورِ دریا سے سمندر کا سکون — جتنا جس کا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

آپ کے دو صاحبزادے حضرت مولانا عبدالباسط اور مولانا عبدالسلام یکے بعد دیگرے آپ کی حیات ہی میں انتقال کر گئے۔ مولانا عبدالسلام پر توحیدی رنگ غالب تھا، جب کہ مولانا عبدالباسط کامیاب مدرس اور کہنہ مشق استاد تھے، مولانا عبدالباسط کے علوم پر حضرت مولانا مرحوم کو بڑا اعتماد تھا۔ ان کے انتقال سے ہی حضرت شیخ کی صحت کو قدغن لگ گئی۔ آپ کی رفیقۂ حیات بھی آپ کی زندگی میں ہی انتقال کر گئیں تھیں۔

حضرت مولانا کے مجربات اور معمولات:

آپ نرینہ اولاد کے متعلق ایک نقش دیتے تھے، ان کے ہم پلڑہ اور ہم عصر بزرگوں نے اس کے بہترین نتائج تسلیم کئے تھے اور کیوں نہ ہو، جن کی زندگی علم کی عظمت، اعمال کے حسن اور دین اسلام کی خدمت میں گزری ہو، ان نیک لوگوں کا اکرام اللہ تعالیٰ ایسا ہی فرماتے ہیں اور ان کے اعمال میں اثر اور برکت ڈالتے ہیں، بخاری شریف میں ہے کہ:

"إن من عباد الله من لو اقسم على الله لأبره". (صحیح البخاری: ۱/۳۷۲)

☆......☆......☆